تدبر قرآن کا کہنہ سال مدبر رخصت ہوا

ضرغام الطاف

مولانا امین اصلاحی ۱۹۰۴ء میں یوپی کے گاؤں بمھور میں پیدا ہوئے ۔ابتدائی تعلیم ایک دینی "مدرسۃ الاصلاح" سرائے میر اعظم گڑھ میں حاصل کی ۔آپ کی ذہانت اور قابلیت کا یہ معیار تھا کہ مدرسے کے زمانے میں "سبع معلقات" کے امتحانی پرچے کے جوابات اس طرح دیئے کہ ممتحن سید سلمان ندوی نے کہا: مجھے "ندوہ" کے لئے اس طرح کے استاد بھی کہاں ملیں گے ۔

امام حمید الدین فراہی (متوفی ۱۹۳۰ء) جیسے جید عالم سے انھوں نے قرآن حکیم کی تعلیم حاصل کی ۔ نظم قرآن " فراہی مکتب فکر " کی تحقیق کا خاصہ تھا ۔ صدیوں کے جمود کے بعد برصغیر کے مسلمانوں میں براہ راست قرآن پر غوروفکر اور قرآن سے متعلق علمی و تحقیقی کام کا آغاز مولانا حمید الدین فراہی نے ہی کیا ۔ ان کے بعد ان کے شاگرد رشید مولانا اصلاحی نے اپنے استاد کے کام کو آگے بڑھاتے ہوئے "دائرہ حمیدہ" کی بنیاد رکھی ۔ امام فراہی کی کتابوں

کے تراجم کتابی شکل میں "تفسیر فراہی" کے نام سے شائع ہوئے اور ان کا شمار بہترین علمی عبارتوں میں ہوتا ہے۔

مولانا امین اصلاحی نے قرآن کی سورتوں اور آیات کا آپس میں ربط و نظم سائنسی بنیادوں پر اس انداز سے ثابت کیا کہ نہ صرف امت مسلمہ میں مختلف تاویلات کے ذریعے تفرقہ بازی کے لئے کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی ہے بلکہ غیر مسلم محققین کا بھی تحریف و ترتیب قرآن پر اعتراض بے معنی ہوکر رہ جاتا ہے۔ اسلامی فکر و فلسفہ سے تعلق رکھنے والا کوئی بھی نیک نیت شخص مستقبل میں بھی مولانا اصلاحی کے اس کام کی عظمت سے انکار نہیں کرسکے گا۔ اسلامی علوم سے متعلق جو بھی تحقیقی کام ہوگا اس میں فراہی مکتب فکر کی نمائندہ تفسیر "تدبر قرآن" مشعل راہ ثابت ہوگی۔

مولانا اصلاحی، زبان، ادب، فلسفہ، حکمت اور قرآن کے معارف میں اپنے وقت کے امام تسلیم کئے جاتے ہیں۔ قرآن کی بات کی قرآن ہی کے حوالے سے وضاحت ان کا طرہ امتیاز تھی۔ وہ کسی بھی فقیہ یا محدث کی رائے کو بغیر دلیل کے یا آنکھ بند کرکے قبول کرنے کے عادی نہ تھے۔ شخصیت پرستی اور روایت پسندی ان کے ہاں نہیں ملتی۔ بلکہ اس سے ان کا اختلاف تفسیر کے علاوہ بھی ان کی دیگر تحریروں اور تصانیف میں ملتا ہے۔ قرآن اور سنت ثابتہ کے ذریعے وہ خود اجتہاد فرماتے تھے۔ امام فراہی کے انتقال کے بعد انہوں نے ترمذی کے شارح مولانا عبدالرحمن محدث مبارک پوری جیسے جید اور شہرہ آفاق عالم سے حدیث کے فن میں بھی مہارت حاصل کی۔ احادیث کو قرآن کی کسوٹی پر پرکھ کے اپنی رائے کا اظہار فرماتے تھے۔ تفسیر، فقہی مسائل، تزکیہ نفس، دعوت دین اور اس کے طریق کار وغیرہ کے موضوعات پر ان کی تصانیف شاہکار کا درجہ رکھتی ہیں۔ بطور خاص حدیث فہمی اور تبلیغ دین کے بارے میں ان کی بے مثال تصانیف سے ہمیشہ استفادہ کیا جاتا رہے گا۔

مولانا مودودی کی طرف سے حکومت الہیہ کے قیام کی دعوت پر ۱۹۴۱ء میں "دائرہ حمیدیہ" چھوڑ کے "دارالسلام" میں آگئے۔ جماعت کی طرف سے انتخابات میں بھی حصہ لیا لیکن ناکام رہے۔ ۱۹۵۸ء تک مولانا

مودودی کے قابل اعتماد ساتھی رہے ۔ جماعت کی علمی و فکری راہنمائی میں مولانا مودودی کے ہمسر و ہم پلہ شمار ہوتے تھے ۔ علم و تحقیق کے صحراؤں کا یہ مسافر سیاستدان نہ بن سکا ۔ صداقت اور حریت اس کے آڑے آئی ۔ امیر جماعت کے لئے غیر معمولی اختیارات کے مطالبے پر مولانا مودودی کیساتھ شدید اختلافات پیدا ہوگئے کیونکہ مولانا اصلاحی کے نزدیک "امیر جماعت" کو شوریٰ کے فیصلوں کا پابند ہونا چاہیے۔ لہٰذا انہوں نے جماعت سے استعفیٰ دے دیا ۔ جماعت کے ساتھ گزرے ہوئے وقت میں ان کی شخصیت کا ایک اور پہلو یعنی فن خطابت بھی سامنے آیا ۔ ان کی تقریر کا ایک ایک لفظ شعلہ جوالا بن کر لوگوں کے دلوں میں ایمان کی حرارت بھر دیتا تھا ۔ تحریر کی طرح تقریر میں بھی وہ صاف ،دوٹوک اور مدلل بات کہنے کے عادی تھے ۔ ان کی پختہ رائے یہی تھی کہ علماء کی ہر جدوجہد کا ہدف صرف دینی اور فکری انقلاب ہونا چاہیے ۔ ان کے نزدیک حکومت اور اقتدار پر صرف اور صرف قرآن کا غلبہ ہونا چاہیے ، علم ودانش اور حکمت سب کے سب قرآن کے سامنے عاجز ہیں ۔

تضاد قول وعمل ان کی برداشت سے باہر تھا ۔ عالم دین ہونے کے علاوہ دستور وقانون اور سیاست پر بھی ان کی گہری نظر تھی ۔ مصلحت اندیشی سے بالکل کام نہیں لیتے تھے ۔ دینی اور دنیاوی مسائل کا وسیع النظری سے مکمل جائزہ لیتے اور پھر بے لاگ اور دوٹوک اپنی رائے صادر فرما دیتے ۔

قرآن کی تفسیر لکھنے میں بھی ان کا یہی انداز نمایاں نظر آتا ہے ۔ ان کی اصلی اور حقیقی پہچان ان کی 9 جلدوں پر مشتمل شاہکار تفسیر "تدبر قرآن" ہے ۔ اسے اگر قرآنی علوم کا انسائیکلوپیڈیا کہا جائے تو زیادہ بہتر ہوگا ۔ مولانا کی طبیعت میں بے نیازی سادگی اور قناعت پسندی کا یہ عالم تھا کہ جب اس عظیم الشان تفسیر کی تقریب رونمائی سے متعلق آپ سے رابطہ کیا گیا تو فرمایا: "تدبر قرآن" کے لئے بیساکھیوں کی ضرورت نہیں ۔ اگر اس میں جان ہوئی اور اللہ کو منظور ہوا تو خودبخود علم وتحقیق کے علمبرداروں تک پہنچ جائے گی ۔

مولانا نے سائنسی اندازہ میں اس تاثر کو زائل کردیا کہ قرآن کی آیات منتشر اور بے ربط ہیں ۔ انہوں نے

ثابت کیا کہ اگر آیات کو نظم کلام اور مقام نزول کے مروجہ اسلوب بیان کے ادراک کے ساتھ پڑھنے اور سمجھنے کی کوشش کی جائے تو ان کے حقیقی معنی آشکارا ہوتے ہیں ۔ مولانا اصلاحی نے اس تفسیر کے بتدائی حصوں کی قسط وار اشاعت کے لئے اپنا ایک ماہنامہ " میثاق" نکالنا شروع کیا۔ آٹھ سال کے بعد مولانا نے ماہنامہ میثاق ڈاکٹر اسرار احمد کے حوالے کردیا آج بھی وہی اسے شائع کررہے ہیں ۔

شعر وادب سے بھی بے حد لگاؤ تھا ۔ میر' غالب اور اقبال کا بہت سا کلام مولانا کو ازبر تھا ۔ علاوہ ازیں دور جاہلیت کی عربی شاعری کے تو اساتذہ میں ان کا شمار ہوتا ہے ۔ تفسیر قرآن کے دوران میں یہ مہارت بھی مولانا کے بہت کام آئی ۔ مولانا نے معاشرتی مسائل پر بھی ایسی مستند اور مدلل کتابیں لکھیں کہ مغربی تصورات کے علاوہ علمبرداروں کو ہلا کر رکھ دیا ۔ اس کے علاوہ سیاسی مسائل پر بھی ان کا اپنا ایک واضح نقطہ نظر تھا ۔ اسلامی ریاست کے خدوخال سے متعلق بھی متعدد مضامین اور کتابیں تصنیف کیں ۔

ان کی وفات پر اہل فکر ونظر نے خراج عقیدت پیش کیا ہے ۔ اہل صحافت نے بھی قلم اٹھایا ' اہل علم نے ان کی علمی خدمات کو سراہا ہے اور بعض موزوں طبیعت والوں نے گلدستہ موزوں بھی تحفہ عقیدت کے طور پر پیش کیا ہے ۔ ان کے ایک مایہ ناز شاگرد جناب جاوید احمد غامدی کے چند اشعار پر ہم یہ مختصر سا مضمون ختم کرتے ہیں :

بہت قدیم قبائل کے شاعروں کا خیال !
روایتوں کی حقیقت 'حکایتوں کا وجود
نخیل کہنہ کے سایے میں ایک مرد تفسیر !
نئے زمانوں کی جس کے نفس نفس سے نمو
وہ قافلوں کا تو اتر تھا 'پھر بھی تنہا تھا
وہ اپنے ذرہ ہستی میں ایک صحرا تھا! ! !